کرتے چھوٹتے ہیں اور کوئی انہیں پہچان بھی نہیں سکتا۔ میری قطعی رائے یہ ہے کہ موجودہ وقت میں چوری کے انسداد کے لیے اس قانون کے نفاذ کی شدید ضرورت ہے۔ تہذیب جدید کے بہت سے نقائص میں سے ایک نقص یہ بھی ہے کہ اس کی ساری ہمدردیاں مجرم کے ساتھ ہیں، اُس سوسائٹی کے ساتھ نہیں ہیں جس کے خلاف مجرم سرگرم کار ہے۔ مجرد یہ سننے پر کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اس تہذیب کے فرزندوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن ہولناک جرائم کو معاشرے میں پروان چڑھتے دیکھ کر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ آخر میں مَیں یہ بھی عرض کروں گا کہ اسلام صرف چور کا ہاتھ ہی نہیں کاٹتا، بلکہ وہ زکوٰۃ و صدقات کا نظام بھی قائم کرتا ہے، ہر شخص کی بنیادی ضروریات بھی پوری کرتا ہے، وہ شہریوں کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام کرتا ہے، وہ لوگوں کو حلال اور جائز طریق پر کمانا اور خرچ کرنا بھی سکھاتا ہے۔ اس کے بعد اگر ایک شخص کی حلال کمائی کو کوئی دوسرا حرام طریقے سے چراتا ہے تو اُسے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جاتی ہے۔

زکوٰۃ سے متعلق چند تصریحات

سوال ۔ جماعت اسلامی کے بیت المال کی وساطت سے جس طرح زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم ہوتی ہے اس پر بعض اوقات دو اعتراض وارد کیے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقوم جماعتی کاموں پر خرچ کر دی جاتی ہیں اور صاحب نصاب کارکنوں کو معاوضے اور تنخواہیں وغیرہ بھی اس مد میں سے دے دی جاتی ہیں، حالانکہ یہ زکوٰۃ کا کوئی صحیح مصرف نہیں ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ زکوٰۃ کی صحیح ادائیگی کے لیے تملیک لازمی شرط ہے۔ یعنی جب تک زکوٰۃ دینے والا کسی مستحق شخص یا اشخاص کو زکوٰۃ کا کلیۃً مالک و متصرف نہ بنا دے اُس وقت تک صحیح معنوں میں زکوٰۃ ادا ہی نہیں ہوتی۔ چونکہ جماعت کے بیت المال میں زکوٰۃ دیتے وقت کسی متعین فرد کو زکوٰۃ نہیں دی جاتی، اس لیے یہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی صحیح شکل نہیں ہے۔ بہتر ہو گا کہ ان اعتراضات کی حقیقت کو واضح کیا جائے کہ یہ صحیح ہیں یا غلط اور مسئلہ تملیک کے علاوہ اس امر کی بھی وضاحت کی جائے کہ جماعتی کاموں میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے یا نہیں۔

جواب - زکوٰۃ کے مستحق از روئے قرآن یہ ہیں:- فقراء، مساکین، عاملین زکوٰۃ، مؤلفۃ القلوب، الرقاب (غلام، قیدی وغیرہ)، الغارمین (ناگہانی قرض یا خسارے کے زیر بار)، فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں)، اور ابن السبیل (مسافر)۔ جماعت اسلامی کے بیت المال میں زکوٰۃ کی جو رقوم آتی ہیں ان میں سے فقراء، مساکین اور غارمین کی مد کے تحت عام غیر مستطیع مسلمانوں کو بھی زکوٰۃ دی جاتی ہے اور فی سبیل اللہ کی مد میں سے جماعت کے مختلف مصارف میں بھی زکوٰۃ خرچ کی جاتی ہے۔ "فی سبیل اللہ" سے مراد عام طور پر قتال فی سبیل اللہ مراد لیا جاتا ہے اور اس کا مصرف یہ بتایا جاتا ہے کہ جن مجاہدین کے سازوسامان کا باقاعدہ انتظام نہ ہو، انہیں سامانِ جہاد کی فراہمی کے لیے اس مد میں سے زکوٰۃ دی جانی چاہیے۔ لیکن قرآن مجید، احادیث و آثار اور اقوال ائمہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ فی سبیل اللہ کا مفہوم اتنا محدود اور مخصوص نہیں جتنا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے۔

قرآن مجید نے "فی سبیل اللہ" کی مد بیان کرتے وقت قتال کی قید نہیں لگائی، حالانکہ اس مفہوم کو بیان کرنے کے لیے دوسرے مقامات پر بالعموم جہاد فی سبیل اللہ، قتال فی سبیل اللہ وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں۔ دوسری طرف قرآن مجید میں جہاں صرف فی سبیل اللہ کا لفظ آیا ہے وہاں اس کے معنی کو عام رکھا گیا ہے اور اسے مطلقاً جہاد یا قتال کے لیے استعمال نہیں کیا گیا۔ اسی طرح قتال کے علاوہ اطاعت الٰہی کے بہت سے ایسے کام ہیں جن کے ساتھ فی سبیل اللہ کی صفت لگائی گئی ہے۔ احادیث میں سے جس حدیث سے بالخصوص یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد قتال فی سبیل اللہ ہے وہ ابوداؤد، احمد اور حاکم کی یہ حدیث ہے: لا تحل الصدقۃ لغنی الا لغاز فی سبیل اللہ او لعامل علیھا او لغارم ... الخ (صدقہ کسی غنی کے لیے جائز نہیں الایہ کہ وہ اللہ کی راہ کا غازی ہو یا زکوٰۃ کے سلسلے میں کارکن ہو یا مقروض و غارم ہو)۔ اس حدیث سے بلاشبہ یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ غازی غنی کو زکوٰۃ دیا جا سکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی سبیل اللہ کی مد سے صرف مجاہدین بالسیف ہی حصہ پا سکتے ہیں۔ بعض دوسری احادیث ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مد میں سے حاجیوں کو زکوٰۃ کے اونٹوں سے استفادے کی اجازت دی ہے، چنانچہ اسی بنا پر فقہائے حنفیہ میں سے امام محمدؒ، امام ابو یوسفؒ اور حسنؒ

فی سبیل اللہ کی مد سے حاجیوں کے زاد و راحلہ کا انتظام جائز قرار دیتے ہیں۔ بلکہ کتاب الخراج کی ایک عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف نے اس مد کا مصرف "اصلاح طرق مسلمین (سڑکوں کی مرمت) قرار دے کر اسے وسیع تر کر دیا ہے۔ اس مسلک کی تائید ایک صحابی کے قول سے بھی ہوتی ہے جو کتاب الاموال لابی عبید کے ص۶۱۰ پر منقول ہے اور وہ یہ ہے "عن انس بن مالک والحسن قالا ما اعطیت فی الجسور و الطرق فھی صدقۃ ماضیۃ وقال اسماعیل انھا تجزی من الزکوٰۃ" (انسؓ بن مالک اور حسنؓ نے فرمایا کہ جو کچھ تو پلوں اور سڑکوں کے لیے دے وہ بھی صدقہ ہے اور اسماعیل نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی"۔ شامی جلد ۲ ص۲۵ میں طلبہ کو بھی فی سبیل اللہ میں شمار کیا گیا ہے، خواہ وہ صاحب نصاب ہوں۔ علامہ آلوسی حنفی اپنی تفسیر روح المعانی میں "فی سبیل اللہ" کی تفسیر میں حنفیہ کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قیل المراد طلبۃ العلم واقتصر علیہ فی الفتاوی الظہیریۃ وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعۃ اللہ تعالیٰ وسبیل الخیرات" (اس سے طالب علم بھی مراد لیے گئے ہیں۔ فتاوی ظہیریہ میں اس مد کو طلبہ تک ہی محدود کیا گیا ہے لیکن البدائع والصنائع میں اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اس میں اللہ سے قریب لانے والے سارے کام شامل ہیں۔ چنانچہ جو کوئی اللہ کی اطاعت اور بھلائی کے رستے میں دوڑ دھوپ کرے گا وہ اس میں داخل ہے"۔

احناف کے علاوہ دیگر مذاہب بھی اس مد کو مقاتلین تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اس میں وسعت کے قائل ہیں۔ چنانچہ ابن عربی مالکی "احکام القرآن" میں فی سبیل اللہ کی تعریف میں لکھتے ہیں "قال مالک سبل اللہ کثیر۔ احمد و اسحاق قالا انہ الحج والذی یصح عندی من قولھما ان الحج من جملۃ السبیل مع الغزو" امام مالک فرماتے ہیں کہ سُبل اللہ یعنی اللہ کے راستے بہت سے ہیں۔ احمد اور اسحاق نے فرمایا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد حج ہے لیکن میرے نزدیک اُن کے قول کا صحیح مطلب یہ ہے کہ حج بھی جہاد کی طرح اللہ کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے)۔

دیار ہند و پاکستان کے متعدد علماء نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد دین کے تحت ساری علمی و عملی سرگرمیاں ہیں۔ چنانچہ سیرت النبی جلد ۵ میں مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم فرماتے ہیں

۔۔ اکثر فقہاء نے فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد لیا ہے مگر یہ تحدید صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اوپر آیت گزر چکی ہے لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۔ یہاں فی سبیل اللہ سے مراد بالاتفاق جہاد نہیں بلکہ ہر نیکی اور دین کا کام مراد ہے۔" مولانا عبدالصمد رحمانی (امارت شرعیہ بہار) نے اپنی ایک تالیف "کتاب العشر والزکوٰۃ" کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ایسے لوگوں کو شمار کیا ہے جو دین کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ جماعت اسلامی کے اہل علم کا مسلک اس بارے میں اس جواب سے ظاہر ہوتا ہے جو مولانا مودودی نے مولانا اصلاحی اور مولانا عبدالغفار حسن صاحب کے مشورے سے حکومت کے ایک سوالنامے کے جواب میں ترجمان میں دیا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ "فی سبیل اللہ سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے خواہ وہ تلوار سے ہو یا قلم و زبان سے یا ہاتھ پاؤں کی دوڑ دھوپ اور محنت سے۔ سلف کے نزدیک اس کا مفہوم ان مساعی تک محدود ہے جو حدود کے دین کو قائم کرنے، اس کی اشاعت کرنے اور اسلامی ممالک کا دفاع کرنے کے لیے کی جائیں۔"

جماعت اسلامی کا مقصد وحید اقامت دین ہے اور جماعت پوری کوشش کرتی ہے کہ اس کے اور اس کے کارکنوں کی سرگرمیاں اسی مقصد کے لیے وقف رہیں۔ مخیر حضرات کا بھی یہ کام ہے کہ وہ اپنی جگہ پر اس امر کا اطمینان کرلیں کہ آیا اس جماعت کے متفرق اور متنوع مشاغل اقامت دین اور فی سبیل اللہ کی تعریف میں آتے ہیں یا نہیں۔ اگر انہیں یہ اطمینان حاصل ہو جائے تو وہ اپنی زکوٰۃ جماعت کے بیت المال میں جمع کرا سکتے ہیں اور اگر یہ اطمینان حاصل نہ ہو تو وہ مختار ہیں، جہاں چاہیں اپنی زکوٰۃ دیں۔

جو اعتراض تملیک کے سلسلے میں کیا جاتا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک شخصی تملیک ادائے زکوٰۃ کے لیے شرط لازم نہیں ہے۔ عموماً لِلْفُقَرَاءِ کے لام کو لام تملیک قرار دے کر اس سے وجوب تملیک کے حق میں استدلال کیا جاتا ہے، مگر کلام عرب میں حرف لام انہی معنوں میں استعمال نہیں ہوتا، بلکہ یہ حرف کئی مرتبہ تملیک کے بجائے انتفاع کے معنی دیتا ہے مثلاً وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ (الآیہ)۔ پھر تملیک شخصی کی شرط کو اگر ضروری بھی سمجھا جائے تو یہ اُسی صورت میں ممکن العمل ہے

جبکہ مسلمانوں کی کوئی ایسی ہیئتِ حاکمہ یا ہیئتِ اجتماعیہ موجود نہ ہو جو ساری زکوٰۃ کو وصول کرتی ہو۔ لیکن ایک اسلامی حکومت کے بیت المال میں جب زکوٰۃ اپنی مطلوب اور مشروع شکل میں ادا کی جاتی ہے تو ایسی صورت میں شخصی تملیک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اگر اجتماعی حیثیت میں زکوٰۃ کی وصولی کے بعد ایک اسلامی حکومت زکوٰۃ کو کسی ایسے اجتماعی مصرف میں لگا دے جس کا فائدہ بحیثیتِ مجموعی مستحقین کو پہنچے تو یہ بھی زکوٰۃ کی تقسیم کی ایک بالکل جائز شکل ہوگی۔ اسلامی حکومت کی عدم موجودگی میں اگر مسلمانوں کا کوئی دینی وملی ادارہ اسی طرز پر زکوٰۃ کی اجتماعی تحصیل و تقسیم کا انتظام کرے تو شرعاً اس پر بھی کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جماعت اسلامی کے علاوہ اور بھی بہت سی جماعتیں اور ادارے بھی اپنی ہر طرح کی ضروریات پر زکوٰۃ کی رقوم اُسی طرح خرچ کرتے ہیں جس طرح جماعت اسلامی خرچ کرتی ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کے نزدیک انفرادی تملیک شرط ہے۔ چنانچہ اس شرط کو پورا کرنے کے لیے زکوٰۃ آنے پر پہلے اُسے ادارے کے نادار افراد کے سپرد کیا جاتا ہے اور پھر فوراً اُن سے لے کر اجتماعی فنڈ میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ حیلہ ایک غیر ضروری اور خواہ مخواہ کا تکلف ہے اور اس میں تملیک کی صورت سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ لین دین پہلے سے طے شدہ اور بالکل نمائشی ہوتا ہے، واقعی اور حقیقی تملیک ہرگز مقصود نہیں ہوتی۔

یہاں ایک اور بات کو بھی صاف کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے سوالات سے گمان ہوتا ہے کہ آپ کے خیال میں زکوٰۃ ہر حالت میں اُسی کو دی جانی چاہیے جو صاحبِ نصاب نہ ہو۔ اگر آپ کا یہ خیال ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ قید فقیر و مسکین کے لیے تو ایک حد تک درست ہے لیکن دوسری مدات میں بھی اگر یہ شرط لازم ٹھہرا دی جائے تو پھر مزید چھ مدات کو الگ الگ رکھنے کے کوئی معنی باقی نہیں رہتے کیونکہ جو صاحبِ نصاب نہیں ہوگا وہ بہر حال فقراء و مساکین کے زمرے میں داخل ہو کر مستحقِ زکوٰۃ ہو ہی جائے گا۔ اس کے لیے کسی دوسری بنائے استحقاق کے ذکر کرنے یا ملحوظ رکھنے کی کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اگر ایک آدمی کو ایک سے زائد وجوہ زکوٰۃ کا حقدار بنا دیں تو بلاشبہ اُس کا حق فائق ہوگا لیکن یہ امر تو احادیث سے بصراحت ثابت ہے کہ فقر و مسکنت کے علاوہ دوسری

مخصوص صفات جس شخص کو مستحق زکوٰۃ بناتی ہیں وہ شخص صاحب نصاب اور غنی ہونے کے باوجود زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ اس سلسلے کی ایک حدیث اوپر نقل کی جاچکی ہے۔

آخر میں یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ زکوٰۃ جماعت اسلامی کے بیت المال کا واحد ذریعۂ آمدنی نہیں ہے۔ جماعت کی آمد کے متعدد ذرائع ہیں، ان میں کتب و رسائل کی آمدنی بھی ہے۔ ارکان و متفقین کی خصوصی اعانتیں بھی ہیں اور عام اہل خیر کے عطیات بھی ہیں۔ اس لیے یہ خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ جماعت کے بالمعاوضہ کارکن اپنی تنخواہیں زکوٰۃ سے لے رہے ہیں یا جماعت کے دوسرے سارے کام زکوٰۃ کے بل پر چل رہے ہیں۔ اب تو بفضلہٖ یہ صورت ہے کہ متعدد بڑے بڑے شہروں میں خیراتی شفاخانے قائم ہیں اور زکوٰۃ و صدقات زیادہ تر ان پر صرف ہو رہے ہیں۔ بیت المال میں اگر زکوٰۃ آتی ہے تو اس کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے اور اعانت فقراء و مساکین پر جو کچھ خرچ ہوتا ہے اس کا بھی الگ حساب رکھا جاتا ہے۔ جماعت کے دیگر مصارف اتنے زیادہ ہیں کہ زکوٰۃ کی بقیہ رقم اگر ان میں خرچ ہو، تب بھی وہ ان مصارف کا ایک معمولی جزو بنتی ہے، اس لیے اس امر کا کوئی خدشہ باقی نہیں رہتا کہ زکوٰۃ اپنے صحیح مصرف میں خرچ نہ ہو۔

منصب تجدید اور وحی و کشف

سوال۔ رسالہ ترجمان القرآن بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۵۱ء کے صفحہ ۲۲۶ پر ایک سوال کے جواب کے دوران میں تحریر فرمایا گیا ہے کہ:

"پچھلے زمانہ کے بعض بزرگوں نے بلاشبہ اپنے متعلق کشف و الہام کے طریقہ سے خبر دی ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے مجدد ہیں۔ لیکن انہوں نے اس معنی میں کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ ان کو مجدد تسلیم کرنا ضروری ہے اور جو ان کو نہ مانے وہ گمراہ ہے۔"

یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے "تفہیمات الٰہیہ" میں بڑے زور کے ساتھ یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا ہے کہ تو اس زمانہ کا